فقہی قاعدہ "العادۃ محکمۃ" کا تحقیقی جائزہ

A Research Review of Jurisprudential Rule "العادة محكمة"

Zabih Ullah
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies
SBBU Sheringal Dir Upper
Email: Zabihullah50@gmail.com

Waheed Ullah
Ph.D Scholar Department of Islamic Studies
SBBU Sheringal Dir Upper
Email: waheedullah.kpk.pk@gmail.com

Shams Ur Rahman
M.Phil Scholar Department of Islamic Studies
Lahore Leads Unuversity Lahore
Email: Shamsch.ji@gmail.com

Abstract

The importance of basic rules in Islamic jurisprudence is crystal clear and obvious to everybody. Rules of jurisprudence play a vital role in inference of commandments. That's why the inference of the basics juristically implemented rules like introduction, authenticity, source, scope, domain, necessary terms and conditions restrictions, and particularly exceptions. One of the five basic rules set by jurists is the "العادة محكمة" like many times a matter might be handled as per the local and common traditions of the territory.

The jurists have classified it as a sharia'h cause and as an argument to resolve lot of issues, problems and emerging disputes by applying this rule. Lot of commandments might be kept on according to the common traditions as long as they do not go against the book of Allah and His Rasool. Due to this rule a convenience has been given by Islamic law to resolve lot of issues. Main thing that is reflecting from this rule is one of the aims and objective of Islamic sharia'h is not to put people into inconvenience rather to put them into ease and comfort. Otherwise it would be too difficult for the people to abstain themselves from such habits, sayings and actions which have indulged into their minds and to what they have been habituated.

Keywords: Jurisprudence, Sharia'h, Rule, Jurist, Custom, Commandments, Habit

تمہید

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لئے دین اسلام کو نازل فرمایا اور پھر اس دین کی عمارت کو قرآن اور حدیث سے مظبوط فرمایا۔ چونکہ اسلام ایک وسیع دین ہے لہٰذا اپنی اس وسعت کو باقی رکھنے کے لئے ایک وسیع قانون

بھی بنادیا ہے۔ اس قانون میں کافی حد تک گنجائش موجود ہے جس سے انسان ناقابل برداشت تکالیف برداشت کئے بغیر اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے کیونکہ شریعت اسلامی کی بڑی خصوصیت زندگی کی تمام امور میں اعتدال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی معاشرے میں کسی کام نے رواج پالیا ہو اور لوگ اس کو برتنے لگے ہو تو دین اسلام اسے قبول کرنے کا حکم دے کر ایک قانون کا درجہ دیتی ہے۔ اسی لئے اسلامی شریعت لوگوں کو مشقت میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لئے ان کے معاشرتی عادت کو دیکھ کر حکم کرتی ہے۔ فقہاء نے اجتہاد کرنے والے مجتہدین کے لئے ایک شرط یہ بھی لگائی ہے کہ وہ معاشرے کی عادۃ سے باخبر ہو کیونکہ بہت سے احکام وقت کے تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا فقہاء نے معاشرتی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک اہم فقہی قاعدہ "العادة محكمة" وضع کیا ہے جو کہ اس مقالے میں زیر بحث ہے۔

لفظ قاعدہ کا لغوی تحقیق:

قاعدہ لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز قائم اور ثابت رہے۔ قاعدۃ، قاعد کا مونث ہے اس کے اصل معنی بنیاد اور اساس کے ہیں۔ "والقاعدة اصل الاس والقواعد الاساس"[1] یعنی قاعدہ بنیادی طور پر بنیاد اور اساس کو کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گھر کی بنیادوں کو بھی قواعد کہتے ہیں۔ "قواعد البيت الاساسه"[2] کجاوے کو مظبوط بنانے کے لئے جن لکڑیوں کو استعمال کیا جاتا ہے ان کو بھی قواعد کہتے ہیں۔ "قواعد الهودج ،خشبات اربع"[3]۔

لفظ "قواعد" قرآن مجید میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہے:

"قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ"[4]

ترجمہ: ان سے پہلے بھی بہت سے لوگ ایسی ہی مکاریاں کر چکے ہیں، تو دیکھ لو اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کی عمارت جڑ سے اکھاڑ پھینکی۔

اصطلاحی تحقیق:

فقہاء نے قاعدہ کی مختلف تعریفات کی ہیں ان میں سے چند ایک درجہ ذیل ہیں۔

"و فی اصطلاح الفقہاء ھو الحکم الکلی او الاکثری الذی یراد به معرفة الحکم الجزیات"[5]

"قاعدہ فقہاء کی اصطلاح میں وہ اغلبی یا اکثری حکم جو اپنی اکثر جزئیات پر منطبق ہو تا کہ اس کے ذریعہ اس کی جزئیات کا علم ہو سکے۔"

"و اصطلاحاً حکم کلی ینطبق علی جمیع جزیاته لتصور احکامها منه"[6]

"یعنی اصطلاح میں قاعدہ اس اصل کلی کو کہتے ہیں جو اپنے سارے اجزاء پر چسپاں ہو۔"

"اصول فقہیه کلیة فی نصوص مو جزة دستورية تتضمن احكاما تشريعية عامة فی الحوادث التی تدخل تحت موضوعها"(7)

"یعنی قاعدہ سے مراد فقہ کے وہ کلی اصول جنہیں مختصر قانونی عبارات میں مرتب کیا گیا ہو اور وہ ایسے قانونی اور عمومی احکام کو متضمن ہوں جو ان کے موضوع کے تحت آنے والے حوادث و مسائل کے بارے میں ہوں۔"

زیر بحث فقہی قاعدہ اور اس کی تحقیق:

"العادة محكمة"

ترجمہ: عادت کو "حکم" یعنی فیصلہ کرنے والا بنایا جا سکتا ہے۔

دیگر تعبیرات:

"العادة تتنزل منزلة اللفظ"

"العادة تجعل حكما اذا لم يوجد التصريح بخلافها"

عادت کی لغوی تحقیق:

لفظ عادت "عاد، یعود، عودا، وعادۃ" سے ماخوذ ہے۔ اس کے اصلی حروف "ع، و، د" ہیں اور اس کی جمع "عادات" آتی ہے۔ اس لفظ کے دو معنی آتے ہیں: ایک معنی ہیں لوٹنا اور بار بار کوئی کام کرنا یا کسی کام کی طرف پلٹنا۔ اور عود ایک خوشبودار لکڑی کو بھی کہتے ہیں۔(8)

یہاں عادت سے مراد وہ کام جس کو بار بار کیا جائے۔

عادۃ کی اصطلاحی تحقیق:

"و هی الامر المتكرر من غير علاقة عقلية"(9)

"یعنی عادت اس کام کو کہتے ہیں عقل کے ساتھ تعلق کے بغیر تکرر کے ساتھ پیش آئے۔"

"هی الاستمرار علی شیءمقبول للطبع السليم والمعاودة اليه مرة بعد اخریٰ"(10)

"یعنی عادت سے مراد کسی کام پر اسطرح تسلسل کے ساتھ عمل کرنا کہ سلامتی والے طبعیت اس کو قبول کریں اور اس کام کی طرف بار بار لوٹا جائے۔"

عادت سے ایک قریبی لفظ عرف ہے جس کے معنی ہیں جانی پہچانی چیز، اقرار و اعتراف یا جس چیز سے انسان مانوس ہو وغیرہ۔

عرف کی لغوی تحقیق:

عرف کے اصلی حروف (ع،ر،ف) ہیں۔ معرفت اور عرفان اس کا مصدر ہے۔

المَعْرِفَةُ والعِرْفَانُ: إدراك الشيء بتفكّر وتدبّر لأثره، وهو أخصّ من العلم، ويضادّه الإنكار[(11)]

"معرفت اور عرفان کسی چیز کے آثار میں غور اور فکر کر کے اس کی حقیقت کو تلاش معلوم کرنے کا نام ہے۔ اور اس کی ضد انکار ہے"

اصطلاحی تعریف:

علماء اصول نے اس کی تعریفات مختلف الفاظ میں بیان کی ہیں جن میں سے قابل ذکر درجہ ذیل ہیں۔

"العرف: ما استقرت النفوس عليه بشهادة العقول و تلقته الطبائع بالقبول"[(12)]

عرف اس چیز کو کہتے ہیں جس پر عقل کے تقاضوں کے مطابق دل ٹھہر جائیں اور طبعیت اسے قبول کریں۔

"عادة جمہور قوم فی قول و عمل"[(13)]

کسی قوم کے قول اور فعل میں اکثر لوگوں کی عادت کو عرف کہتے ہیں۔

درجہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی عادت جو معاشرہ میں معروف ہو اور عقل اس کو پسند کریں تو اس کو عرف کہتے ہیں۔

عرف اور عادت میں فرق:

اکثر فقہاء نے اصطلاح میں عرف کو عادت ہی قرار دیا ہے۔ یعنی دونوں مترادف ہیں جبکہ بعض دونوں میں فرق کرتے ہوئے عرف کو قول اور عادت کو فعل کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ شائد یہ فرق عرف اور عادت کے ساتھ مخصوص کرنے کی الگ اصطلاح پر مبنی ہو۔ جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ

"فالعادة والعرف بمعنى واحد من حيث الماصدق، و ان اختلفا من حيث المفہوم"[(14)]

عرف اور عادت صداقت اور موافقت کے اعتبار سے تو ایک ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے جدا جدا ہیں۔

ڈاکٹر عبد الکریم زیدان لکھتے ہیں کہ ان دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے بلکہ یہ دونوں برابر ہیں۔[(15)]

محکمۃ کی تحقیق:

یہ تحکیم سے اسم مفعول ہے جس کا معنی ہے فیصلہ اور قضاء۔ حکم حاء کے پیش سے قضاء کو بھی کہتے ہیں۔ جس کی جمع احکام ہے۔ حکم علیه بالام ۔ حکم، حکومۃ اور حاکم سے مراد وہ شخص جو فیصلوں کو نافذ کرتا ہے اور اس کی جمع حکام ہے۔

"حا کمه الی الحاکم" کا معنی ہے حاکم اور قاضی کے پاس لے جانا، مقدمہ دائر کرنا اور حکمة ، تحکیماً کا مطلب ہے کسی کو حاکم اور قاضی مقرر کرنا۔ "تحکم" کا معنی ہے اس کا فیصلہ نافذ ہوا۔ اس کا اسم "اُحکومة" اور "حکومة" ہے۔(16)

قاعدے کا مفہوم:

شارع نے عادت کو فیصلہ کن قرار دیا ہے جن سے کئی احکامات میں مدد لی جاسکتی ہیں۔ اور بہت سارے فیصلے اس کے تابع قرار دئے ہیں۔ اس طرح بہت سارے فیصلے عادت کے مطابق کی جاتی ہیں جب تک وہ نص شرعی کے خلاف نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جو احکام عادت پر موقوف ہوتی ہیں تو وہ احکام عادت کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں۔ اسی لئے اکثر اوقات عادت کو ثالث اور فیصلہ کرنے کے لئے بنیاد بنایا جاسکتا ہے۔

"استعمال الناس حجة يجيب العمل بها"(17)

"لوگوں کا تعامل حجت ہے اور اس پر عمل کرنا دوسروں کے لئے واجب ہے۔"

یہ قاعدہ فقہ کے بنیادی قواعد میں سے ایک ہے۔ اس قاعدے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کہ شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ لوگوں سے تکلیف اور سختی کو دور کیا جائے اور سہولت و آسانی پیدا کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے عرف وعادت کو دیکھ کر شریعت نے کئی احکامات کو اسی کے مطابق چھوڑ دیے ہیں۔

مذکورہ قاعدے کا ثبوت قرآنی آیات سے:

کسی بھی معاشرے میں عرف و عادت پر جتنے قاعدے مبنی ہوتے ہیں تو وہ شرعی دلائل سے معارض نہیں ہوتے ہیں۔ قرآن کریم، سنت نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے واقعات سے عرف و عادت کے شرعی ماخذ ہونے کے دلائل موجود ہیں۔ علماء کرام نے جن آیات سے استدلال کیا ہے وہ درجہ ذیل ہیں۔

"خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِين"(18)

"(اے نبیؐ) درگزر کا رویہ اپناؤ اور لوگوں کو نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کشی کیجئے۔"

مفسرین نے عرف کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس سے مراد معاشرے میں وہ افعال و اخلاق بھی ہیں جن کو اچھا سمجھا جاتا ہو انہیں اختیار کریں۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد مبارکہ ہے کہ

" وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"(19)

"اور دودھ پلانے والے ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمہ ہو گا۔"

آیت مبارکہ میں وہ بیوی یا مطلقہ عورت جو بچے کو دودھ پلا رہی ہو تو شوہر پر لازم ہے کہ اس کا نان و نفقہ عرف کے مطابق ادا کریں۔

" وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ "[20]

اور جو آپ میں سے فقیر ہو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے"

اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے لکھا ہے کہ بصورت حاجت یتیم کے مال میں سے یتیم کا والی عرف کے مطابق لے سکتا ہے۔

"وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ "[21]

اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نفقہ دینا چاہیے یہ پرہیزگاروں پر حق ہے۔

مذکورہ قاعدے کا ثبوت احادیث مبارکہ سے:

عرف وعادت کے معتبر ہونے پر علماء نے حضرت محمد ﷺ کے بعض احادیث اور معمولات سے استدلال کیا ہے۔ جن میں سے چند ایک درجہ ذیل ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ ابو سفیان بخیل ہیں اور وہ مجھے اتنا مال و دولت نہیں دیتے جو میرے لئے اور میرے اولاد کے لئے کافی ہو جائیں۔ تو کیا میں ان کی اجازت کے بغیر ان کے مال میں سے کچھ لے لو؟ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنا اور اپنے بچوں کا حق دستور کے مطابق لے سکتی ہو۔[22]

اس حدیث مبارکہ میں آپؐ نے عورت کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ دستور کے مطابق اپنے شوہر کے مال سے نفقہ لے سکتی ہے۔ علامہ عینی اس روایت کے حوالے سے رقم طراز ہیں کہ اس روایت میں المعروف سے مراد لوگوں کی عرف وعادت ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وزن کرنے میں مکہ والوں کا وزن اور ناپ کرنے میں مدینے والوں کا ناپ کرنا افضل ہے۔[23]

علماء نے اس حدیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ چونکہ اہل مکہ تاجر لوگ تھے اس لئے ان کی وزن کو لے لیا گیا ہے اور مدینہ کے لوگ چونکہ زراعت سے وابستہ تھے ان کی اشیاء ناپ کے ذریعے بکتی تھیں اسی لے نبی ﷺ نے ان کے ناپ کو معتبر قرار دیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنے کتاب صحیح بخار میں عرف وعادت کے حوالے سے باب قائم کی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ رقم طراز ہیں کہ ابن منیر وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس باب کے قائم کرنے سے مقصود یہ ہے کہ عرف وعادت پر اعتبار کرنا احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

عرف وعادت آثار صحابہ کی روشنی میں:

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

"ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن و ماراه سيئا فهو عند الله سيئا"(24)

"یعنی جن چیزوں کو مسلمان پسند کریں وہ اللہ کے ہاں بھی پسندیدہ ہے اور جن چیزوں کو مسلمان پسند نہ کریں وہ اللہ کے ہاں بھی ناپسندیدہ ہیں۔"

اسی طرح حضرت علیؓ کا ایک قول ہے کہ اگر میاں بیوی کے درمیان گھر کے سامان کے بارے میں اختلاف ہو جائے اور کسی کے پاس اپنے دعوی کے لئے گواہ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں عرف کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور وہ یہ کہ " ما كان لرجل فهو للرجل وما كان للنساء فهوء للمراءة"(25)

جو چیزیں مرد کے لئے قابل استعمال ہیں وہ مرد کو حوالہ کی جائی گی اور جو چیزیں عورت کے لئے استعمال کی قابل ہیں وہ عورت کو ملے گی۔

علامہ سرخسیؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا عمل اصل کے طور پر ذکر کرکے رقمطراز ہیں:

" مختصر یہ کہ کسی بھی علاقے میں جو الفاظ جن معنوں میں استعمال ہوتے ہیں اس میں اسی علاقے والوں کا اعتبار کیا جائے گا۔ اس بات کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی وہ روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ ہمارے ایک ساتھی نے اپنے آپ پر بُدنہ کو واجب کر لیا ہے تو آیا اس کے لئے گائے کو ذبح کرنا کافی ہو گا؟ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے سوال کیا کہ تمھارے ساتھی کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بنو رباح سے۔ تو حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا کہ بنو رباح نے کب سے گائے پال لی ہیں؟ تمہارے دوست کا ارادہ تو صرف اونٹ ہی کا ہے۔"(26)

عرف وعادت فقہاء کی نظر میں:

فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ شرعی احکام میں عرف معتبر ہے۔

"و قد ذهب الفقهاء الى اعتباره و مراعاته و بنوا عليه الكثير من الاحكام ولم ينكر ذالک احد منهم"(27)

"فقہاء نے عرف کو معتبر ٹھہرایا ہے اور عرف کا لحاظ رکھی ہے اور کئی احکام کی بنیاد اس پر قائم رکھی ہے اور عرف کے معتبر ہونے سے کسی بھی فقیہ نے انکار نہیں کیا۔"

فقہاء نے کئی ابواب فقہی میں عرف وعادت پر مسائل کا مدار رکھا ہے۔ جس کا اندازہ درجہ ذیل نکات سے ہو سکتا ہے۔

فقہاء کہتے ہیں کہ ہر متکلم کا کلام اسی کے عرف پر محمول ہو گا یہاں تک کہ اگر کلام کے عرفی معنی اس کے لغوی معنی کے مخالف ہوں تو عرفی معنی کو ترجیح دی جائیگی۔ علامہ شامی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"قسم کھانے والے، نذر ماننے والے، وصیت کرنے والے، وقف کرنے والے اور ہر قسم کا عقد کرنے والے کا کلام اسی کی زبان اور اسی کے عرف پر محمول ہو گا، اگرچہ اس کی زبان و عرف، عرب اور شارع کے زبان کے خلاف ہو۔"[28]

فقہاء نے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے کہ

"الحقیقة تترک بدلالة العادة"[29]

"عادت کی دلالت کی وجہ سے لفظ کے حقیقی معنی چھوڑ دئے جاتے ہیں۔"

فقہاء نے مدنی اور معاشی معاملات میں عرف کو بہت اہمیت دی ہے اور لکھا ہے کہ جو عمل و فعل معاشرے میں عرف ہو جائے تو اس کو دلیل شرعی قرار دیا جائے۔ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں کہ

"الثابت بالعرف کالثابت بالنص"[30]

یعنی جو بات عرف سے ثابت ہو تو وہ ایسی ہے جیسے کہ نص سے ثابت ہوئی ہے۔

علامہ شامی نے بھی اسی طرح کا ایک قاعدہ ذکر کیا ہے۔

"الثابت بالعرف ،کالثابت بدلیل شرعی"[31]

یعنی جو بات عرف سے ثابت ہو جائے تو گویا وہ دلیل شرعی سے ثابت ہوئی۔

اس کے علاوہ بھی عرف و عادت کے حوالے سے فقہاء نے کئی قواعد مرتب کئے جن میں سے چند درجہ ذیل ہیں۔

"التعیین بالعرف، کالتعیین بالنص"[32]

یعنی جو عرف سے متعین ہو جائے اس کا تعیین نص سے ثابت سمجھا جائے۔

"ومن لم یدر بعرف اہل زمانه فھو جاھل"[33]

"یعنی جو زمانہ کے عرف سے ناواقف ہو تو وہ جاہل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو عادت رواج پاتا ہے شریعت اسے تسلیم کرتی ہے۔ شریعت اسلامی کسی بھی معاشرے کے معاشرتی رواج اور طور طریقوں کو بغیر کسی عذر کے نہیں روکتی بلکہ اس کی اصلاح کر کے اسے تسلیم کرتی ہے۔

عرف وعادت کے معتبر ہونے کی شرائط:

شریعت اسلامی میں ہر قسم کا عادت معتبر نہیں ہے جس کی بنیاد پر احکام کو ثابت کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے عرف وعادت کو معتبر ثابت کرنے کے لئے چند شرائط وضع کئے ہیں جو کہ درجہ ذیل ہیں۔

الف۔ عرف وعادت غالب یا مطرد ہو:

عرف وعادت معتبر ہونے کے لئے اغلبیت یا اطراد میں سے کسی ایک کا موجود ہونا لازمی ہے۔ اغلبیت سے مراد یہ ہے کہ کسی عمل میں لوگوں کی عادت ہر بار ایک جیسا نہ ہو لیکن اکثر واقعات میں لوگوں کا عمل ایک جیسا ہو۔ اور اطراد سے مراد ہے کہ جب کوئی واقعہ پیش آئے تو ہر بار لوگوں کا عمل ایک جیسا ہو اور ایک بار بھی لوگوں کا عمل اس کے خلاف نہ ہو۔ اطراد اور اغلبیت کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی معاشرے میں تمام لوگ اس پر عمل کرتے ہو بلکہ اکثر لوگوں کا عمل کرنا ضروری ہے۔

شیخ مصطفیٰ الزرقاء لکھتے ہیں:

"یہاں اطراد سے مراد ہے کہ جن لوگوں کے درمیان کوئی عرف متعارف ہو ان کا عمل ہر واقعہ میں عرف پر ہی ہو اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ اصحاب عرف کا اکثر واقعات میں اس پر عمل رہتا ہو۔"(34)

ب۔ کوئی واقعہ پیش آنے سے پہلے عرف موجود ہو:

فقہاء نے عرف وعادت کے معتبر ہونے کے لئے ایک شرط یہ لگائی ہے کہ کسی واقعہ کو اس کے عرفی معنی پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب کوئی واقعہ پیش آنے سے پہلے عرف وجود میں آچکا ہو۔ اسی لئے قسم اٹھانے والے، وصیت کرنے، طلاق دینے، منت ماننے والے اور کوئی عقد و معاملہ کرنے والے کے کلام کو اسی معنی پر محمول کیا جائے گا جو تکلم عرف میں مشہور ہو۔

علامہ ابن نجیم اس شرط کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"العرف الذی تحمل علیه الالفاظ انما هوالمقارن السابق دون المتاخر ، و لذا قالو لا عبرة بالعرف الطاری"(35)

ج۔ عرف کے خلاف تصریح نہ ہو:

عرف کے معتبر ہونے کے لئے ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ تصرف کرنے والا خود اپنے قول یا فعل سے عرف وعادت کے خلاف تصریح نہ کریں۔ اگر تصریح عرف کے خلاف آگئی تو پھر عرف کا اعتبار نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جو چیز عرف میں مشہور ہو وہ ایسی ہے جیسے اس کی شرط لگائی گئی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ

ایک بازار میں فریج کی خرید و فروخت قسطوں کی شکل میں ہوتی ہے لیکن کسی خاص موقعہ پر فروخت کنندہ نے اس بات کی تصریح کی کہ ساری رقم نقد ادا کرنی ہوگی تو ایسی حالت میں عرف کی بجائے نقد رقم کی ادائیگی ضروری ہوگی۔

د۔ عرف کسی نص شرعی کے خلاف نہ ہو:

اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ اگر عرف پر عمل کرنے کی صورت میں ترک نص لازم آتا ہو تو وہ عرف معتبر نہیں ہے البتہ اگر عرف اور نص کے درمیان تطبیق ہوسکے تو ایسی صورت میں عرف معتبر ہوگا۔

خلاصہ بحث:

فقہی قاعدہ "العادۃ محکمۃ" کے حوالے سے زیر نظر تحقیق کا خلاصہ درجہ ذیل نکات میں بیان کیا جاتا ہے۔

دین اسلام ایک وسیع میدان رکھتا ہے۔ جس میں قیامت تک آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

دین اسلام لوگوں کو ضرر و مشقت سے بچانے کے لئے ان کے رسم و رواج کو دیکھ کر حکم کرتی ہے۔

فقہ اسلامی میں عرف و عادت کو ایک بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

شریعت کے بہت سارے احکام زمانے کے عرف اور لوگوں کی عادات کے تبدیل ہونے کی وجہ سے تبدیل ہوجاتے ہیں بشرطیکہ عرف و عادت شرعی قواعد کے خلاف نہ ہو۔

دین اسلام نے عرف و عادت کو نہ نظر انداز کیا ہے اور نہ آزاد چھوڑا ہے بلکہ حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے انسانوں کے لئے آسانیوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے راہ ہموار کیا ہے۔

دور جدید کے علمائے کرام اور مفتیان کرام موجودہ دور کے عرف و عادت سے باخبر ہو اور فقہی مسائل کا استنباط جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کریں تاکہ لوگوں کو سہولت ملنے کے ساتھ صحیح اور غلط کا فرق بھی معلوم ہوسکے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] ۔ابن منظور، جمال الدین الانصاری، لسان العرب، دار الصادر، بیروت، الطبعہ الاولیٰ، (س۔ن) ج3ص357۔

1.Ibn Manzoor, Jamal Ud Din Ansari, lisan ul Arab, Dar alSadir Berot, First Edition, Vol:3,P357.

[2] ۔الرازی، محمد بن ابو بکر،: مختار الصحاح، مکتبہ لبنان ناشرون، بیروت، 1415ھ، ج1ص560۔

2.Al Razi, Muhammad bin Abobakar, Mukhtar al Sehah,Maktabah labnan Nasheron,Berot,1415AH, Vol:1, P560.

[3] ۔الحسینی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الکتب العلمیہ بیروت (س۔ن)، ج9ص49۔

3. Al Husani, Muhammad Bin Muhammad, Taj Ul Uroos men Jwaher Al Qamoos, Dar ul Kutub Alelmiah, Berot, Vol: 9, P49.

4 ۔ سورۃ النحل:16/26۔

4. Sorah AlNahal,16/26.

5 ۔ حیدر علی، درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام، دار الکتب علمیہ، بیروت، (س۔ن) ج1، ص17۔

5. Haider Ali, Durar Ul Hukam Shrah Mujalat Ul Ahkam, Dar Ul Kutub Elmia, Berot, Vol:1, P17.

6 ۔ ابو العباس، شہاب الدین محمد بن احمد، غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، دار الکتب علمیہ، بیروت:1985، ج1، ص51۔

6. Abo ul Abbas, Shahbu Din Muhammad Bin Ahmad, Ghmaz Ounul Basayer Fi Shrah Aleshbah wa Alnazayer, Dar ulKutub Elmia, Berot, 1985,Vol:1, P51.

7 ۔ الزرقاء، علامہ مصطفیٰ، المدخل الفقہی العام، دار القلم، دمشق، (س،ن) ج2، ص947۔

7. Alzarqa, Allama Mustafa, Almudkhel Alfiqhi Alaam, Dar Ul Qalam, Damascus,Vol:2,P947.

8 ۔ الرازی، ابو الحسین احمد بن فارس، معجم مقاییس الغہ، دار الفکر، بیروت، 1979، ج4، ص181۔

8.Al Razi, Abo ul Husain Ahmad Bin Faras, Mujam Maqayees Ul lugha, Dar ul Fikar, Berot, 1979, Vol:4, P181.

9 ۔ البخاری، محمد امین بن محمود، تیسیر التحریر، دار الکتب علمیہ، بیروت، 1983ج1، ص386۔

9. Albukhari, Muhammad Amin Bin Mahmood, Tayseer Altehrer, Dar ul Kutub elmia, Berot,1983, Vol:1, P386.

10 ۔ الزرقاء، احمد بن شیخ محمد، شرح قواعد الفقہیہ، دار القلم، دمشق، 1989، ص125۔

10. Alzrqa, Ahmad bin Sheikh Muhammad, Shrah Qwaid Ul fiqhia, Dar ul Qalam, Damascus, 1989, Vol:1, P125.

11 ۔ اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد راغب، المفردات فی غریب القرآن، دار القلم، دمشق، 1412ھ، ص334۔

11.Asfahani, Abul Qasam Husain Bin Muhammad Ragheb, Almufradat Fi Ghraeeb Ul Quran, Dar alqalam, Damascus, 1412A.H, P334.

12 ۔ الجرجانی، علی بن محمد، التعریفات، دار الکتب علمیہ، بیروت، 1983، ص193۔

12. Aljerjani, Ali Bin Muhammad, Altarefat, Dar ul Kutub Elmia, Berot, 1983, P193.

[13] ۔الزرقاء، المدخل الفقہی العام، ج1، ص131۔

13. Alzarqa, Almudkhal Alfiqhi ALaam, Vol:1, P131.

[14] ۔شامی، ابن عابدین، مجموعہ رسائل ابن عابدین، سہیل اکیڈمی لاہور، ج2، ص114۔

14. Shami, Ibn e Aabiden, Majmoah Rasyal Ibn Aabideen, Suhail Academy, Lahore, Vol: 2. P114.

[15] ۔زیدان، ڈاکٹر عبد الکریم، الوجیز فی اصول الفقہ، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور، ص310۔

15. Zaidan, Dr. Abdul kareem, Alwajeez fi ososl Fiqha, Maktabaha Rahmanya Urdu Bazar Lahore, P310.

[16] ۔الحنفی، زین الدین عبد القادر، مختار الصحاح، مکتبہ عصریہ، بیروت، 1999، ص167۔

16. Alhanafi, Zain Ud din Abdul qadar, Mukhtar Alsehah, Maktaba Asria, Berot, 1999,P167.

[17] ۔حیدر علی، مجلۃ الاحکام العدلیہ، ص20۔

17. Haider Ali, Mujalatul Ahkam Al adlea, P20.

[18] ۔سورہ الاعراف:7/199۔

18. Sorah Al araf,7/199.

[19] ۔سورہ البقرہ:2/133۔

19. Sorah Albaqarah, 2/133.

[20] ۔سورہ النساء:4/6۔

20. Sorah Alnesa,4/6.

[21] ۔سورہ بقرہ:2/241۔

21. Sorah Albaqarah, 2/241.

[22] ۔امام بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع الصحیح بخاری، دار طوق النجاۃ، 1422ھ، ص139، حدیث نمبر5364۔

22. Imam Bukhari, Muhammad bin Ismail, Jamea Alsaheh Bukhari, Dar Tooq Alnajjat, 1422A.H, P139, Hadith No:5364.

[23] ۔امام ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، دار الحدیث بیروت، 1388ھ، ج3، ص251۔

23. Imam Abo Dawood, Suliman Bin Ashas, Sunan Abi Dawood, Dar ul Hadees Berot, 1388A.H, Vol:3,P251.

[24] ۔السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت، 1414ھ، ج12، ص45۔

24. Al Sarakhi, Muhammad Bin Ahmad, Almabsoot, Dar Ul marefa, Berot, 1414A.H, Vol:12,P45.

25 ۔ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ، ص93۔

25. Ibn Nujeem, Zain Udin Bin Ibraheem, Aleshbah o Alnazyar, Dar Ul kutub ALelmaea, Berot, 1419A.H, P93.

26 ۔السرخسی، محمد بن احمد، شرح سیر الکبیر، دارالحدیث، بیروت، (س۔ن) ج5، ص63۔

26. Alsarakhsi, Muhammad Bin Ahmad, Sharah Sear Ul Kabeer, Dar Ul Hadees Berot, Vol:5,P63.

27 ۔الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیہ، الجنۃ العلماء، وزارت الاوقاف، شمارہ30، ص58۔

27.Almosoah Alfiqhea Alkwaitea, Aljanatul Ulama, Wazart Ul Awqaf, Issue30, P58.

28 ۔شامی، مجموعہ رسائل، ج2، ص133۔

28. Shami, Majmoa Rasyal, Vol:2, P133.

29 ۔نور محمد، مجلۃ الاحاکم العدلیہ، لجنہ مکونۃ من عدۃ علماء وفقہاء فی الخلافۃ العثمانیہ، کارخانہ تجارت، کراچی، س۔ن، ص20۔

29. Noor Muhammad, Majaltul Ahkam Aladlea, lejanat mkonah men Eda tel Ulama w Fuqaha Fi Khelafatel Usmanea, Karkhana Tejarat, Karachi, P20.

30 ۔سرخسی، المبسوط، ج19، ص41۔

30. Sarakhsi, Almabsoot, Vol:19, P41.

31 ۔شامی، مجموعہ رسائل، ج2، ص115۔

31. Shami, Majmoa Rasyal, Vol:2, P115.

32 ۔الزحیلی، محمد مصطفیٰ، القواعد الفقہیہ وتطبیقتھا فی المذاہب الاربعہ، دارالفکر، دمشق، 1427ھ، ج1، ص345۔

32. Alzakheli, Muhammad Mustafa, Alqwaed Alfiqhea o Tatbeqatha fi Almzaheb Arbah, Dar ul fikar, Damascus, 1427A.H, Vol:1, P345.

33 ۔عابدین، محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز، ردالمختار علی درالمختار، دارالفکر، بیروت، طبعہ الثانیہ1412ھ، ج3، ص602۔

33.Aabedin, Muhammad Ameen Bin Umar bin Abdul Aziz,Radul Mukhtar ala Dur almukhtar, Dar ul fikar berot, 2nd Edition, Vol:3, P602.

[34] ۔الزرقاء،المدخل الفقہی العام،ج1،ص897۔

34. Alzrqa, almudkhal alfiqhi Alaam, Vol:1,P897.

[35] ۔ابن نجیم،الاشباہ النظائر،ص101۔

35. Ibn e Nujaim, Aleshbah wa Alnzayer, P101.